حج : انسانی اجتماعیت کا لازوال منشور

مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی

خالق کائنات نے جتنی عبادتیں مسلمانوں پر فرض کی ہیں، ان میں حج اس لیے ممتاز ومنفرد حیثیت کا حامل ہے کہ یہ صاحب استطاعت مسلمان پر پوری عمر کے دوران میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے۔ حج کو بجا طور پر تمام عبادات کا مجموعہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ حج بدنی اور مالی عبادت کا خوب صورت مظہر ہے۔ اس میں پنج وقتہ نمازوں کی طرح دعا اور توبہ واستغفار کا بھی خاص اہتمام کیا جاتاہے۔روزہ داروں کی طرح بسا اوقات بھوک پیاس کی شدت سے گزرنا پڑتا ہے اور نفسانی خواہشات کی تکمیل سے اجتناب کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ اجتماعیت و مساوات کے ساتھ اور شاہ وگدا اور امیر وغریب کی تفریق کے بغیر ایک ہی مقام پر، ایک ہی ساتھ ساتھ ایک ہی طرح کے لباس میں ادا کیا جاتا ہے۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے ذریعے جہاں اور بہت ساری دینی حکمتوں اور مصلحتوں کا اظہار مقصود ہے، وہیں امت مسلمہ کو اجتماعیت، اتحاد، یک جہتی، اشتراک عمل، باہمی تعاون، اپنے دینی اور ملی مسئلے کے حل کے لیے باہمی مشاورت پر آمادہ کرنا بھی مقصود ہے۔ خود پیغمبرؐ اکرم نے ہر کام کو باہمی مشورت اور اجتماعیت کے ساتھ انجام دیتے ہوئے امت مسلمہ کو اسی اہم پہلو کی طرف رغبت دلانے کی کوشش کی ہے۔

یوں تو اسلام نے دیگر ارکان کی ادائیگی میں بھی اتحاد اور اجتماعیت کے مظاہرہ کے ساتھ اس کے دوررس فوائد و اثرات سے امت مسلمہ کے ہر فرد کو فائدہ اٹھانے کی تلقین کی ہے۔ نماز باجماعت کی ادائیگی پر ستّر گنا ثواب کا وعدہ اسلام کی اسی اجتماعیت پسندی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ زکوۃ جیسی مالی عبادت کو بھی اجتماعیت کے ساتھ ادا کر کے اس کے اثرات کے دائرہ کو وسعت دی جاسکتی ہے۔ لیکن حج کو نہ صرف یہ کہ اجتماعیت اور وحدت عمل کا مظہر بنایا گیا ہے بلکہ اس کے سارے ارکان کو بھی ایک ہی رنگ میں رنگ دیا گیا ہے تاکہ پوری دنیا کو یہ آفاقی پیغام دیا جاسکے کہ اسلام کس قدر اجتماعیت اور انسانی مساوات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور ان عناصر کی نہ صرف حوصلہ شکنی کرتا ہے، بلکہ ان تمام منفی قدروں سے اپنی حد درجہ بیزاری کا بھی اظہار کرتا ہے جو انتشار و افتراق اور

خلفشار و بکھراؤ پر منتج ہوتے ہیں۔

اسلام کا اپنا ایک مسلّم اور وسیع نظریۂ حیات ہے، جس پر وہ اپنے پیروکاروں کو سختی سے چلنے کی تلقین کرتا ہے۔ ارکان حج کی ادائیگی کے بعد جہاں ایک مسلمان کے اندر کیف وسرور کی برقی لہر دوڑ جاتی ہے، وہیں اس کو اجتماعی تربیت، اتحاد عمل، پاکیزگی نفس اور دنیاوی آلائشوں سے دوری کا زرّیں سبق بھی ملتا ہے۔ اسلام کی بنیاد ہی عدم مساوات، نا برابری، جنسی اور نسلی تفاوت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے پر ہے، قرآن میں صاف اعلان کر دیا گیا ہے کہ ہم نے جو اقوام وقبائل اور طبقات بنائے ہیں وہ صرف اور صرف پہچان اور ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے کے ما بین امتیاز کرنے کے لیے ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک افضلیت کا مدار تقویٰ، طہارت اور اندرونی پاکیزگی پر ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر پاکیزہ نفوس پر مشتمل صحابۂ کرام کی ایک بڑی تعداد کے سامنے جو بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا تھا، اس کے یہ الفاظ آج بھی انسانیت کے نام عالمی منشور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس خطبے کا اہم پہلو یہی تھا کہ اسلام نے اونچ نیچ اور چھوٹے بڑے کی تمام تر تفریق اور تمام نسلی تعصّبات کو سرے سے ختم کر دیا ہے۔ کسی گورے کو کسی کالے پر نہ ہی کسی عربی کو کسی عجمی پر رنگ ونسل کی بنیاد پر کوئی برتری حاصل ہوگی۔ تمام تر اسلامی تعلیمات میں اتحاد و یک جہتی، مودت ومحبت اور صلح وآشتی کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہی وہ مذہب ہے جس نے اپنی عبادات کے طور طریقوں کو حاکمیت ومحکومیت اور شاہ وگدا کی تفریق سے بالاتر رکھا ہے۔ حج میں بھی یہی حکمت مضمر ہے کہ بیت اللہ کے سفر سے واپس لوٹنے والا شخص جہاں وحدت الٰہی کے مضبوط تصور کو عملی جامہ پہناتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہیں وحدت انسانیت کے اصولوں کو بھی اپنی زندگی میں برتنے کی کوشش کرتا ہے۔

مکہ مدینہ کی حسین وادیوں میں عازمین حج کا قافلہ کتنا حسین منظر پیش کرتا ہے کہ یہاں سبھی ایک ہی قسم کے سادے لباس میں ملبوس ہیں۔ اور فوجیوں کی طرح پورے نظم وضبط کے ساتھ ایک منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ جہاں نظر دوڑایئے، سارے حجاج شوق وجذب کے عالم میں ایک ذات اقدس کی طرف لو لگائے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ وہ اپنے پچھلے گناہوں اور تمام چھوٹی بڑی لغزشوں اور کوتاہیوں پر حد درجہ نادم ہیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔ ان کی زبانوں پر نعرہ بھی ایک ہی رہتا ہے۔ تمام حاجیوں کی زبان سے لبّیک اللّٰھمّ لبّیک، اور اللہ

اکبر، اللہ اکبر کی سرمستانہ اور عاشقانہ صدائیں بلند ہو رہی ہیں، جس سے مکہ مدینہ کے بام ودر گونج رہے ہوتے ہیں۔ سبھی کا مساوات کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرنا، حضرت ہاجرہ کی یاد گار صفا اور مروہ کے بیچ ایک ساتھ شوق و وارفتگی کے عالم میں سات سات چکر لگانا، ۹ر ذی الحجہ کومیدان عرفات کی طرف پا پیادہ اور سواری پر پورے قافلے کا ایک ہی وقت مارچ کرنا، وہاں پہنچنے کے بعد کسی ایک امام کی قیادت میں انسانوں کے ٹھاٹھے مارتے سمندر کا ایک ہی خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا، مقررہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام کی تقریر کو دل کے کانوں سے سماعت، آگ برساتے آسمان اور شعلے اگلتی زمین پر رمی جمرات، اور آخری مرحلہ میں ابراہیم خلیل اللہ کی عظیم سنت قربانی کو منیٰ میں اجتماعیت کے ساتھ ادا کرنا، ان تمام ارکان میں وحدت و اجتماعیت کا جو حسین مظاہرہ دیکھنے کو ملتا ہے، ایسا دنیا کے دوسرے مذاہب اور اقوام وملل میں کم ہی دکھائی دیتا ہے۔

لیکن کیا ہم نے کبھی حج کے اس عظیم پہلو پر غور وفکر کرنے اور انسانوں کے اس بابرکت روح پرور اجتماع کو بار آور بنانے کی کوشش کی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے یوں ہی حج کو مخصوص ایام میں فرض نہیں فرمایا۔ حج کو اجتماعی عمل بنانے کا یہی مقصد ہے کہ بنی آدم پر مشتمل یہ جاں سپاس اور صبر وشکر کے جذبات سے لبریز انسانی جتھہ، اسلام کے اس عظیم پیغام کو اپنی نجی زندگی میں جگہ دینے کے ساتھ، اسلام کی معاشرتی اور اخلاقی تعلیمات، اس کے عظیم تصور انسانیت، اخوت و مساوات پر مبنی نظریات کو دنیا کے ہر خطے میں بھی اجاگر کر سکے۔ کیا اس سے بنی نوع انسانی کو یہ پیغام دینا مقصود نہیں کہ اسلام کس طرح منفی طبقاتی قدروں کی صراحتاً نفی کرتا ہے۔ حج کو اسی لیے اجتماعی عمل بنایا گیا ہے کہ حاجیوں کا دل نہ صرف انسانیت کے انمول جوہر سے آشنا ہو جائے، بلکہ ان کے اندر رحم دلی، رفاقت کا عظیم جذبہ، رواداری، عفو و درگزر جیسی صفات خود بخود پیدا ہو جائے۔

اسلامی تاریخ اور اکابر و اسلاف کے کارناموں کے دریچے میں جھانکنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس عظیم الشان اجتماع کے موقع پر مسلم سلاطین وحکمران سر جوڑ کر بیٹھتے بھی تھے۔ وہ اس سفر کو سیر وتفریح، لہو ولعب، تجارت یا دوسری دنیاوی اغراض کے لیے وقف نہیں انجام دیا کرتے تھے۔ نہ ہی اس مقدس سفر کو اس قسم کے لا یعنی اشتغال کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے بجا لکھا ہے۔
''عید الاضحیٰ محض سیر وتفریح، عیش ونشاط، لہو ولعب کا ذریعہ نہیں، وہ تکمیل شریعت کا ایک مرکز ہے۔''
تاریخی اوراق اس بات پر شاہد عادل ہیں کہ خلفاے راشدین، سلاطین اور دوسرے مسلم حکمران قومی

اور ملی مسائل کے پائیدار حل، نیز عوامی فلاح و بہبود کے حوالے سے اس موقع پر باہمی مشاورت اور تدبیر کار کرتے تھے اور اتفاق رائے سے پوری امت مسلمہ کے نام وہاں سے ایک جامع، طویل مدتی اور ٹھوس منشور جاری کرتے تھے۔ جس کی روشنی میں مسلم ممالک مستقبل کے لیے منصوبہ بندی کرتے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر دنیائے بشریت کے نام پیغمبر عظیم الشان کا وہ یادگار خطبہ آج بھی عالمی آئین کی حیثیت سے، ہمارے لیے قابل تقلید نمونہ عمل بھی ہے۔ پہلے سے کہیں زیادہ موجودہ حالات کا تقاضہ ہے کہ ہمارے حکمران، قومی اور ملی تنظیموں کے سر براہان اس مقدس موقع پر کوئی ایسا ہمہ گیر لائحۂ عمل تیار کریں، جو نہ صرف یہ کہ مسلم ممالک کے داخلی اور خارجی امور کو صحیح سمت عطا کرنے میں معاون ہو، بلکہ مسلمانوں کی نجی زندگی میں صالح انقلاب کی راہ ہموار کرنے میں بھی معاون و مددگار ثابت ہو۔

آج مسلم آبادی کم و بیش ڈیڑھ ارب کے آس پاس ہے، لیکن ہماری عددی طاقت سمندر کے جھاگ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ ہم دنیا کے کل رقبے کے چوتھائی حصے پر آباد ہیں، مگر امریکہ اور چین جیسی عالمی طاقتوں کے سامنے ہماری زمینی حقیقت ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق تیل کے ذخائر کا چالیس فی صد حصہ مسلم دنیا کے پاس ہے، عسکری اور افرادی قوت کے مقابلے میں بھی وہ بہت سے یوروپی ممالک سے برابری کا دعوی کر سکتے ہیں، لیکن شیرازہ بندی کے فقدان، متحدہ قیادت کی عدم موجودگی اور داخلی و خارجی پالیسیوں کی بے سمتی کی وجہ سے عالمی منظر نامے پر ہم کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اسلام مخالف طاقتیں اور اسلام دشمن عناصر ہمیں لقمۂ تر سمجھ کر ہر دم نگلنے اور صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا ڈالنے کے در پے ہیں۔ وہ ہماری تہذیب و ثقافت کے ایک ایک نقش کو مٹا ڈالنے کی منظّم پالیسی تشکیل دے رہے ہیں۔ سپر پاور امریکہ نے عالمی رائے عامہ کی ذرہ برابر پرواہ نہ کرتے ہوئے افغانستان اور عراق پر، بزور بازو اپنے خونی پنجے گاڑ لیے ہیں اور اب پڑوسی ملک ایران کو 'بدی کا محور' قرار دے کر اس پر نشانہ سادھنے کی تیاری چل رہی ہے۔ امریکہ کا بغل بچہ اسرائیل ہر دن نہتے اور معصوم فلسطینیوں پر ظلم و ستم کے نئے نئے ہتھکنڈے اختیار کر رہا ہے۔ آخر ہم کب تک عالمی طاقتوں کے رحم و کرم پر جیتے رہیں گے۔ اس موقع پر ہمارے مسلم حکمران اپنے سیاسی اور اقتصادی مسائل کے حل کے لیے متحدہ اور مشترکہ لائحہ عمل تیار کر سکتے ہیں۔ ماضی میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ لیکن اس کے لیے حوصلے، جرأت اور جگر سے کام لینے کی

ضرورت ہے۔ حج کے ذریعے انفرادی زندگی میں بھی صالح انقلاب لایا جا سکتا ہے، لیکن اگر اس سالانہ انسانی اجتماع کا فائدہ اٹھا کر عام طور سے پورے انسانی کنبے اور خاص طور سے فرزندان توحید کے نام کوئی منشور جاری کیا جائے ، جس سے انھیں راہ عمل اور اپنی زندگی کا روز نامچہ ترتیب دینے میں آسانی ہو ،تو حج کے عظیم آفاقی پیغام کے دائرہ اثر کو مزید وسعت دی جا سکتی ہے۔ علاّمہ اقبال نے اپنے اس شعر میں شاید اسی اہم پہلو کی طرف توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی ہے۔

زائرین کعبہ سے اقبال یہ پوچھے کوئی
کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں